تعلیمی نظام کی اصلاح کے بارے میں امام بخاری کا نظریہ
(کتاب العلم کی روشنی میں ایک تحقیق)

The Concept of Imam Bukhari Towards Educational Reforms- A Scholarly Review of "Kitab ul Ilm"

ڈاکٹر عطاالرحمٰن*

محمد کامران**

Abstract:

Imam Bukhari was an exemplary teacher. His teaching experiments, advices, and valuable analysis are beneficent even today. As he is famous for being expert in Ahaadeth (Muhadis) , he is being ignored in the field of education. His thoughts, described in Kitabul Ilm of Sahi Bukhari can be used to reform an education system.

According to his advices, a teacher should be vocal, should understand and consider psychology of students. He should make groups of students on the basis of their intelligence, and should assign assignments to students to make them more confident. About questions asked by students during teaching, Imam says this is not beneficial. Teachers also should not be upset with proper questions asked by students. No one can become expert with his own study without consultation with an expert of the field. Reading without the guidance of a teacher may be unhealthy.

Imam stressed even beginner students to do hard work and travel for research, and academic work. To get knowledge and access to reliable teachers admission in an institution and fulfilling of all the requirements are necessary. Imam Also considered women education necessary. According to him women can get benefits only when their system is separate from men.

Kitabul Ilm of Bukhari consists of advices for education system reforms. These advices can be used to reform the present education system. Purpose of this article is to analyze Imam Bukhari's thoughts about education for understanding good and bad things in education.

---

* پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ ملاکنڈ۔

** ایم فل ریسرچ سکالر، علوم اسلامیہ، جامعہ ملاکنڈ۔

تمہید:

اس وقت پوری دنیا میں تعلیمی نظام کی اصلاح کے لیے کوششیں ہو رہی ہیں، مختلف تنظیمیں اور این جی اوز اپنی طرف سے کورسز اور کانفرنسیں منعقد کر رہی ہیں، اِن کانفرنسوں میں ماہرین اور اہلِ رائے کی تجاویز پڑھائی اور سنائی جارہی ہیں، تاکہ اِن تمام تگ ودو کے ذریعے طلبہ کے لیے تعلیم کا ایک مثالی نظام قائم کیا جاسکے۔

یہ بات مسلّم ہے کہ کوئی بھی نظام اس وقت تک مثالی نہیں بن سکتا، جب تک اُس میدان کے ماہرین کی تجزیات، مشوروں اور تجربات سے فائدہ نہ اٹھایا جائے، مشہور عربی مقولہ ہے "صاحب البیت ادری بما فیہ" گھر کے مالک کو اپنے گھر کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ اور وہی اُس گھر کے نشیب وفراز سے آگاہ رہتا ہے۔

انہی ماہرین میں سے ایک مثالی استاد امام بخاری بھی ہیں، جن کے تدریسی تجربات، مفید مشورے اور قابل قدر تجزیات سے آج بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ امام بخاری ایک ہمہ گیر شخصیت تھے، زندگی کے ہر موڑ پر اُمت نے آپ سے استفادہ کیا ہے، چونکہ آپ ایک محدث کی حیثیت سے زیادہ مشہور ہیں، اس لئے تعلیمی میدان میں آپ کا یہ پہلو لوگوں کی نظروں سے اوجھل رہا، حالانکہ تدریس اور تعلیم آپ کی فطرتِ ثانیہ بن گئی تھی، یہی وجہ ہے کہ امام بخاری کی صحیح البخاری میں ذکر کردہ کتاب العلم سے تعلیمی نظام کی اصلاح کے لیے ایک پورا نصاب مرتب کیا جاسکتا ہے۔

اس تحقیقی مضمون کا اصل ہدف امام بخاری کے انہی اقوال کا تحقیقی اور تطبیقی جائزہ لینے کی ایک کوشش ہے، تاکہ نظامِ تعلیم کے لیے مفید اور نقصان دہ چیزوں سے آگاہی حاصل کی جاسکے۔

اُستاد کو درس کے متعلق ہدایات:

(۱) **درس کے دوران آواز بلند کرنا:** امام بخاری کا خیال یہ ہے کہ استاد کو بلند آواز سے درس دینا چاہیے، اس لیے کہ بسا اوقات طلباء آہستہ آواز نہیں سنتے، اپنے اس دعوے کے لیے امام بخاری نے عبد اللہ بن عمرو حدیث نقل کی ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ سفر کے دوران نماز کا وقت ہوگیا، ہم جلدی جلدی وضو کر رہے تھے، آپ ﷺ نے بلند آواز سے فرمایا: (وضو کے دوران خشک رہنے والے) "ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہے۔"[1]

درس میں آواز کا بلند کرنا کبھی تو طلباء کی کثرت کی وجہ سے ہوتا ہے،[2] اور کبھی مضمون کی مناسبت سے ہوتا ہے، اس لیے کہ استاد کا مضمون کی مناسبت سے آواز کو بلند اور آہستہ کرنا سمجھانے کے

لیے مفید ہوتا ہے، چنانچہ جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ جب خطبے کے دوران قیامت کا تذکرہ فرماتے تو آپ ﷺ کی آواز بلند ہو جاتی تھی، [۳] اور سفیان ابن عیینہ فرماتے ہیں: میں ایک مجلس کے پاس سے گزر رہا تھا، تو وہاں سے امام ابو حنیفہ اور اس کے شاگردوں کی سبق پڑھنے اور پڑھانے کی آوازیں آرہی تھیں۔ [۴]

(۲) درس کے دوران شاگردوں کے مزاج کی رعایت رکھنا:

امام بخاری کے مطابق بہترین استاد وہ ہے، جو طلبہ کی نفسیات کو مدنظر رکھتے ہوئے سبق پڑھائے۔ اپنے تیار کیے ہوئے سبق کو پورا پڑھانا ضروری نہیں ہے، بلکہ شاگردوں کی نشاط اور بیداری سبق کے سمجھنے کے لیے انتہائی مفید ہوتی ہے، اس دعوے کو ثابت کرنے کے لیے امام بخاری نے یہ باب مقرر کیا: " باب ما کان النبی ﷺ یتخولھم بالموعظۃ والعلم کی لا ینفروا" [۵] یعنی رسول اللہؐ نصیحت اور پڑھانے کے دوران صحابہ کرام کی نگرانی کرتے تھے، کہ وہ اکتاہٹ کے شکار نہ ہو جائیں۔

سبق اور نصیحت اس وقت مفید ہوتی ہے جب سننے والے مشتاق ہوں، کسی بھی آدمی کے فصیح اور بلیغ ہونے کی علامت بھی یہی ہے کہ وہ اپنی بات ایسے وقت اور انداز میں بیان کرے، کہ سننے والوں کے دل اس کو قبول کرے۔ [۶]

عمار بن یاسر فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لمبی نماز اور مختصر خطبہ آدمی کے سمجھدار ہونے کی علامت ہے۔" [۷] لہٰذا امام بخاری استاد کے لیے ایسی لمبی تقریریں کرنا مناسب نہیں سمجھتا، جو شاگرد کو اکتاہٹ کا شکار کرے۔

(۳) پڑھانے کے لیے شاگردوں کو فہم اور ذہانت کے اعتبار سے مختلف گروہوں میں تقسیم کرنا:

امام بخاری کا خیال ہے، کہ تمام طلبہ کو ایک انداز سے پڑھانا مناسب نہیں ہے، بلکہ لوگ سمجھ کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں، چنانچہ ان کو مختلف گروہوں میں تقسیم کرنا چاہیے، اور پھر دورانِ درس طلبہ کے معیار کے مطابق درس دینا چاہیے، اس منہج کو ثابت کرنے کے لیے امام بخاری نے باب مقرر کیا ہے " باب من خص بالعلم قوما دون قوم کراھیۃ ان لا یفھموا" اور اس باب کے تحت حضرت علیؓ کا قول نقل کیا ہے، کہ لوگوں سے ان کی سمجھ کے مطابق باتیں کرو، کہیں وہ اللہ اور رسول کی تکذیب نہ کرے۔ [۸] اس لیے کہ جو بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی، وہ فائدہ کے بجائے نقصان کا سبب بنتا ہے۔ [۹] چنانچہ ہر بات ہر کسی سے بیان کرنے کی نہیں ہوتی۔

(۴) شاگردوں کے ذمے کام لگانا:

علم میں پختگی تب آتی ہے، جب استاد شاگردوں کو سمجھانے کے بعد کچھ کام اُن کے ذمے بھی لگائے،اس سے طالب علم کے اعتماد میں بھی اضافہ ہوتا ہے، عرفِ عام میں اسے اسائمنٹ کہتے ہیں،امام بخاری نے اس اسلوب کو ثابت کرنے کے لیے وفدِ عبدالقیس کی حدیث کا یہ حصہ " ویخبروا من ورائھم "اپنے ترجمۃ الباب کا حصہ بنایا ہے،رسول اللہ ﷺ نے وفد عبدالقیس کو تعلیم دینے کے بعد ان کو ارشاد فرمایا: "یہی باتیں اپنے علاقے والوں کو بھی بتادینا۔"اسی ترجمۃ الباب میں امام بخاری نے مالک بن حویرث کا یہ قول بھی نقل کیا ہے، کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اپنے گھر جاکران کو دین کی باتیں سکھاؤ۔"[۱۰]

سوال اور جواب کے متعلق ہدایات

(۱) دورانِ درس سوال پوچھنا:

امام بخاری کے مطابق استاد کی گفتگو کے دوران شاگردکاسوال کرنا آداب کے خلاف ہے،"اس سے سلسلہ کلام منقطع ہو جاتا ہے،اور استاد اور دوسرے شاگردوں کی توجہ بھی منتشر ہو جاتی ہے،البتہ اگر کسی نے غلطی سے پوچھ بھی لیا، تواستاد سبق کے دوران اس کا جواب نہ دے، بلکہ سبق ختم کرکے سائل کے سوال کاجواب دے،اس دعوے کے لیے امام بخاری نے باب باندھاہے،" باب من سئل علما وھو مشتغل فی حدیثه فأتم الحدیث ثم اجاب السائل "اور اس کے تحت اعرابی کا واقعہ نقل کیاہے،جب اس نے رسول اللہ ﷺ سے قیامت کے بارے میں پوچھا،تورسول اللہ ﷺ اپنی بات مکمل کرکے فرمانے لگے: قیامت کے بارے میں پوچھنے والا کہاں ہے؟[۱۲] رسول اللہ ﷺ نے دورانِ گفتگو جواب نہ دے کر اس کو یہ ادب سکھایا کہ دوران درس سوال پوچھنا خلافِ ادب ہے۔

(۲) طلباء کے سوال پر استاد کا ناراض ہونا:

بعض اساتذہ سوال کرنے پر ناراض ہوتے ہیں،امام بخاری کے نزدیک استاد کا ناراض ہونا مناسب نہیں ہے، بلکہ سائل کے سوال کا جواب دینا چاہیے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے درمیانِ کلام میں قیامت کے بارے میں سوال کرنے والے کو جواب دیا،اور فرمایا: "جب امانتیں ضائع ہونے لگیں تو سمجھو قیامت نزدیک ہے۔"اس اعرابی نے سوال پر سوال پوچھا،امانتیں کیسے ضائع ہوں گی؟رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب معاملات نا اہلوں کے سپرد ہو جائیں۔"[۱۳] اس حدیث سے معلوم ہوگیا کہ رسول اللہ ﷺ

سائل کے کثرتِ سوالات اور آداب سوال سے نابلد ہونے کے باجود ناراض نہیں ہوئے، بلکہ اس سے نرمی کا معاملہ کرتے ہوئے اس کے تمام سوالات کا جواب خوش اسلوبی سے دیا۔[۱۴]

طالب علم کے لیے ہدایات

(۱) استاد سے پڑھے بغیر صرف مطالعہ سے علم حاصل کرنے کے متعلق ہدایات:

آج کل یہ رواج عام ہوگیا ہے کہ طلباء از خود صرف مطالعہ سے علم حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، امام بخاری کا خیال ہے، کہ محض اپنے مطالعہ سے کوئی عالم نہیں بن سکتا، بلکہ کسی ماہرِ فن سے باضابطہ طور علم حاصل کرنا چاہیے، چنانچہ امام بخاری فرماتے ہیں: " إنما العلم بالتعلم "[۱۵] اس لیے کہ محدثین کے ہاں اس آدمی کا علم بالکل معتبر نہیں، جس نے استاد کے بغیر صرف کتابوں سے علم حاصل کیا ہو،[۱۶] اور اہلِ عرف کے ہاں بھی محض مطالعہ سے کوئی عالم اور جاننے والا نہیں بنتا، چنانچہ ہمارے معاشرے میں صرف طب اور قانون کی کتابوں سے کوئی ڈاکٹر اور قانون دان نہیں بنتا۔ لہٰذا کتابوں کے بجائے علماء اور اساتذہ سے علم حاصل کرنا زیادہ مفید ہو سکتا ہے۔[۱۷] بغیر استاد پڑھنے میں ایک قباحت یہ بھی ہے کہ طالب علم کو اپنی غلطی کا احساس نہیں ہوتا اور اس کی مثال اس شخص کی طرح ہو گی، جو بغیر کسی ماہر تیراک کے خود گہرے پانی میں اُتر جائے۔

ہر قسم کے استاد سے پڑھنا بھی مناسب نہیں، بلکہ ہر فن کو صرف صاحبِ فن سے پڑھنا زیادہ بہتر ہے، اس لیے کہ غیر متخصص سے پڑھنے میں خطاء کا اندیشہ زیادہ ہے۔[۱۸]

(۲) لکھنے کی ترغیب: طالب علم کے لیے زمانۂ طالب علمی سے لکھاری ہونا ایک بہت بڑی صفت ہے، لکھنے کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے امام بخاری نے کتاب العلم میں باب قائم کیا ہے، " باب كتابة العلم "[۱۹] امام شعبی فرمایا کرتے تھے، " علم کی ہر سنی ہوئی بات کو لکھا کرو، اگرچہ دیوار پر لکھنا پڑے "[۲۰]

لکھنے کی وجہ سے آدمی کی شخصیت اپنے ہم عصروں سے ممتاز ہو جاتی ہے، چنانچہ صحابہ کرام میں کاتبینِ وحی کو الگ مقام حاصل تھا، حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں، صحابہ کرام میں سوائے عبداللہ بن عمرو کے سب سے زیادہ احادیث کا ذخیرہ میرے پاس تھا، اس لیے کہ وہ لکھا کرتے تھے، اور میں نہیں لکھتا تھا۔[۲۱] رسول اللہ ﷺ خود بھی لکھنے کی ترغیب دیا کرتے تھے، چنانچہ عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں، میں رسول اللہ ﷺ کی ہر بات لکھا کرتا تھا، تو قریش نے مجھے ایسا کرنے سے منع کیا، رسول اللہ نے مجھے فرمایا: لکھا کرو، اس لیے کہ میری زبان سے نکلی ہوئی ہر بات حق ہوتی ہے۔[۲۲] اور یمنی صحابی کی درخواست پر صحابہ کرام کو فرمانے لگے: " اكتبوا لأبي شاه " ابو شاہ کے لیے لکھو۔[۲۳]

لکھنے کی اہمیت تعلیمی اداروں میں بھی مسلم ہے، لہٰذا آدمی کی ترقی کا معیار اس کے لکھنے پر موقوف ہے، نئ نئ تحقیقات کارونما ہونا بھی لکھنے کی بدولت ممکن ہوا۔

(۳) علم حاصل کرنے کے لیے سفر اور مشقت برداشت کرنا:

انسان جب تک اپنے آپ کو فارغ کرکے علم حاصل کرنے کے لیے سفر نہ کرے، اس وقت تک پورا فائدہ حاصل کرنا مشکل ہے، ہمیشہ سے یہی طریقہ آرہا ہے، امام بخاری نے اس اہم ادب کو بیان کرنے کے لیے باب مقرر کیا ہے، " باب الخروج فی طلب العلم " چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ نے ایک حدیث کو سیکھنے کے لیے عبد اللہ بن اُنیس کی طرف ایک مہینے کا سفر کیا۔[۲۴] حضرت جابر کا یہ سفر صرف حصولِ علم کے لیے تھا، چنانچہ عنداللہ بن اُنیس نے حدیث بیان کرنے کے بعد انہیں اپنے ہاں ٹھہرنے کا کہا، تو اس نے انکار کیا اور واپس لوٹ گئے۔[۲۵]

تحقیقی اور علمی کاموں کے لیے سفر، مشقت اور فارغ البالی انتہائی اہم ہیں، امام بخاری نے حصولِ علم کے لیے مشقت برداشت کرنے کے بارے میں باب مقرر کیا ہے، " باب ما ذکر فی ذھاب موسیٰ فی البحر الی الخضر "[۲۶] اور اس کے تحت حضرت موسیٰؑ کا خضرؑ کی طرف سفر کرنے کا تذکرہ کیا ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے طلبِ علم کے لئے سفر اور انتہائی مشقت برداشت کی، لہٰذا اگر کوئی ایک مسئلہ سیکھنے کے لیے مشرق سے مغرب کا سفر کرے، تو یہ کوئی مہنگا سودا نہیں۔[۲۷]

(۴) تعلیمی ادارے میں داخلہ (Admission):

امام بخاری کے ہاں علم حاصل کرنے اور کسی معتبر استاد کے پاس جانے کے لیے تعلیمی ادارے میں داخلہ اور وہاں کے شرائط وضوابط تسلیم کرنا شرط ہے، چنانچہ امام بخاری نے حضرت موسیٰؑ اور خضرؑ کے واقعے کی ابتداء میں اس مقصد کو بیان کرنے کے لئے اللہ تعالی کے فرمان "هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَى أَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا"[۲۸] کو بطور عنوان ذکر کیا ہے۔

اسی آیت سے ثابت ہوتا ہے، کہ موسیٰ نے علم حاصل کرنے کے لیے بہت سارے آداب اور قوانین کا لحاظ رکھا، اپنے آپ کو استاد کے تابع کیا، اس تابعداری کی پیشگی اجازت طلب کی، جسکو عرفِ عام میں داخلہ (Admission) کہا جاتا ہے، اپنی لاعلمی اور استاد کی علمیت کا اعتراف کیا، اور پھر اپنی تابعداری کی وجہ صرف حصولِ علم قرار دیا۔[۲۹]

(۵) طالب علم کا باحیاء ہونا:

حیاء انسانی صفات میں بہترین صفت ہے، لیکن علم حاصل کرنے سے روکنے والی حیاء مذموم ہے، البتہ استاد کی عزت اور احترام میں اختیار کی جانے والی حیاء پسندیدہ ہے۔[۳۰] طالب علم کو ان دونوں قسموں کی وضاحت کرنے کے لیے امام بخاری نے یہ باب قائم کیا ہے" باب الحیاء فی العلم" پھر پہلی قسم کی مزید وضاحت کرنے کے لیے امام مجاہد اور حضرت عائشہ کا قول نقل کیا ہے، مجاہد فرماتے ہیں: حیاء کرنے والا اور تکبر کرنے والا علم حاصل نہیں کر سکتا، اور حضرت عائشہ فرماتی ہیں: انصار کی عورتیں بہت اچھی ہیں، حیاء انہیں دین کی سمجھ حاصل کرنے سے نہیں روکتیں۔ اور دوسری قسم کی وضاحت کرنے کے لیے ام سلمہ اور عبد اللہ بن عمر کی روایت نقل کی ہے، چنانچہ ام سلمہ نے عورتوں سے متعلق مسئلہ پوچھتے وقت اپنے چہرے کو حیاء کی وجہ سے چھپایا، اور حضرت عبد اللہ بن عمر نے بڑوں کی موجودگی میں جواب دینے کی جرأت نہیں کی۔[۳۱]

امام بخاری نے باحیاء طالب علم کو علم حاصل کرنے کا ایک متبادل طریقہ بھی سکھادیا، تاکہ حیاء بھی برقرار رہے اور علم بھی حاصل ہو جائے، چنانچہ فرمایا: جو خود شرماتا ہو وہ دوسروں کے ذریعے استاد سے پوچھے، اس لیے کہ حضرت علی نے حضرت مقداد کے ذریعے مذی کا مسئلہ پوچھا تھا۔[۳۲]

(۶) علم سیکھنے کے لئے تعلیمی اوقات کا لحاظ رکھنا:

بعض طلباء غیر تعلیمی اوقات میں استاد کے ساتھ علمی گفتگو کی وجہ سے پریشانی کا باعث بنتے ہیں، اس پریشانی اور بے انتظامی سے بچنے کے لیے تعلیمی اداروں نے کلاس اور پیریڈ کا وقت مقرر کیا ہوتا ہے، اور بعض اساتذہ رسمی اوقات کے علاوہ ملنے کو اچھا نہیں سمجھتے۔ امام بخاری کا موقف یہ ہے کہ سیکھنے کے لیے وقت مقرر کرنا زیادہ مناسب ہے۔ اسی مقصد کو بیان کرنے کے لیے امام بخاری کے الفاظ یوں ہیں:" باب من جعل لأهل العلم ایاما معلوما"[۳۳] یعنی سیکھنے کے لیے متعین دن مقرر کرنا۔ اس طرح کرنے سے بے ترتیبی بھی ختم ہو جاتی ہے، اور سہولت بھی رہتی ہے، اور استاد کے ذاتی اوقات میں دخل اندازی بھی نہیں کرنی پڑتی۔

عورتوں کی تعلیم کے بارے میں ہدایات

(۱) عام عورتوں کی تعلیم کا انتظام:

بعض لوگوں کا خیال ہے، کہ تعلیم صرف مردوں کا حق ہے، اسلام کے بارے میں یہ افواہ بھی مشہور ہے کہ اسلام عورتوں کی تعلیم کی اجازت نہیں دیتا۔ امام بخاری کا نظریہ یہ ہے، کہ مردوں کے ساتھ

ساتھ عورتوں کی تعلیم کا اہتمام بھی اربابِ حل وعقد کے لیے ضروری ہے، چنانچہ اس مقصد کے لیے ایک عنوان یوں باندھا ہے: "باب عظة الامام النساء وتعليمهن" (استاد کا عورتوں کو نصیحت کرنا اور تعلیم دینا)۔اور پھر اس مقصد کو ثابت کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کا واقعہ نقل کیا ہے، کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کو خطبہ کے بعد یہ خیال آیا کہ شاید عورتوں نے پوری بات نہ سنی ہو، تو ان کے قریب جا کر ان کو الگ سے نصیحت فرمائی۔[۳۴] اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے، کہ عورتوں کو اسلامیات کی تعلیم دینا مستحب ہے، اور استاد کو ان کی تعلیم کے بارے میں فکر مند ہونا چاہیے، کہ کوئی کمی نہ رہ جائے۔[۳۵]

(۲) اپنے گھر والیوں کی تعلیم کا اہتمام کرنا:

معاشرے کی تعمیر میں پہلی اور بنیادی سیڑھی اپنا گھر ہے، وہ تحریک کامیابی سے ہمکنار نہیں ہوتی، جس کی ابتداء اپنے گھر سے نہ ہو، امام بخاری کا نظریہ ہے کہ جس وقت استاد پورے معاشرے سے جہالت کی تاریکی ختم کرنے اور علم کی روشنی پھیلانے کی کوشش کر رہا ہو، عین اُسی وقت میں اسے اپنے گھر کی خبر بھی لینی چاہیے، یہاں تک کہ گھر والوں کے ساتھ ساتھ گھر میں کام کاج کرنے والی عورتوں کی تعلیم کا بھی انتظام کرے، چنانچہ اس مقصد کے لیے یہ عنوان قائم کیا، " باب تعليم الرجل أمته وأهله" (آدمی کا اپنے گھر کی عورتوں اور باندی کو تعلیم دینا) اور اپنے مؤقف کی وضاحت کے لیے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا، کہ جس نے اپنی باندی کو ادب اور تعلیم سکھانے کا انتظام کر دیا، اس کو دوگنا اجر ملے گا۔[۳۶]

(۳) عورتوں کا مردوں کے ساتھ مخلوط نظامِ تعلیم(Co-Education):

تعلیم بہت بڑی نعمت ہے، اس لیے اس کو بہر حال حاصل کرنا چاہیے، لیکن امام بخاری کا خیال ہے، کہ عورتیں اس نعمت سے پوری طرح تب مستفید ہو سکتی ہیں جب اُن کا نظامِ تعلیم مردوں سے الگ ہو، اس نظریہ میں اختلاف کی وجہ سے امام بخاری نے سوالیہ انداز میں باب قائم کیا ہے: " باب هل يجعل للنساء يوما على حدة فی العلم" (کیا عورتوں کی تعلیم کے لیے الگ دن مقرر کیا جا سکتا ہے؟) اور پھر جواب کے لیے صحابیات کی یہ درخواست نقل کی ہے، جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا؛ آپ کی مجلس میں ہر وقت مردوں کی کثرت رہتی ہے، لہٰذا ہمارے لیے الگ دن مقرر کیجئے، تاکہ ہم اُس دن تعلیم حاصل کریں، اور آپ سے مسائل پوچھ سکیں، رسول اللہ ﷺ نے اُن کے لیے الگ دن مقرر کیا۔[۳۷]

اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے، کہ عورتیں فطرتاً باحیاء ہوتی ہیں، اس لیے وہ مردوں کے سامنے پوری طرح استفادہ نہیں کر سکتیں۔

مخلوط نظامِ تعلیم کی بے شمار قباحتوں سے اِس نظام کے علمبر دار بھی تنگ آ گئے ہیں اور اب وہ بھی الگ الگ نظامِ تعلیم کے حق میں آوازیں بلند کر رہے ہیں۔

نتائج اور سفارشات:

اسلام تعلیم اور پڑھنے پڑھانے کی ترغیب روزِ اول سے دیتا چلا آ رہا ہے، قرآن کریم اور احادیث نبوی میں جا بجا علم اور اس سے متعلق الفاظ کا تذکرہ اس بات کا واضح ثبوت ہے، چنانچہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب العلم کے عنوان کے تحت تعلیمی نظام کو صحیح بنیادوں پر استوار کرنے کے لیے انتہائی اہم ہدایات ارشاد فرمائی ہیں، جسے اپنانے سے موجودہ نظام میں کافی بہتری آ سکتی ہے۔

انہی ہدایات سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ کیے جا سکتے ہیں:

۱. سبق پڑھانے کے دوران طلبہ کی نفسیات کو مد نظر رکھنا سمجھانے کے لیے مفید ہوتا ہے۔
۲. دورانِ درس طلبہ کی تعداد اور مضمون کی مناسبت سے آواز کو بلند اور آہستہ کرنا انتہائی اہم آداب میں سے ہے۔
۳. فہم اور ذہانت کے اعتبار سے طلبہ کو مختلف گروہوں میں تقسیم کرنا چاہیے۔
۴. طلبہ کے ذمہ کام لگانے سے ان کے اعتماد میں اضافہ ہوتا ہے۔
۵. دورانِ درس سوال کرنا مناسب نہیں۔
۶. طلبہ کے سوالات پر ناراض نہیں ہونا چاہیے۔
۷. استاد سے پڑھے بغیر صرف کتابوں سے حاصل کیا ہوا علم معتبر نہیں ہوتا۔
۸. علم حاصل کرنے کے لیے سفر اور مشقت برداشت کرنا چاہیے۔
۹. تعلیم حاصل کرنے کے لیے تعلیمی اداروں میں داخلہ اور وہاں کے قوانین کی پاسداری ضروری ہے۔
۱۰. غیر تعلیمی اوقات میں تعلیمی سرگرمی استاد کی پریشانی کا باعث بن سکتی ہے۔
۱۱. مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کی تعلیم کی فکر اربابِ تعلیم کی ذمہ داری ہے۔
۱۲. مخلوط تعلیمی نظام میں عورتیں پوری طرح استفادہ نہیں کر سکتیں، اور اس نظام کی تباہ کاریاں بہت زیادہ ہیں۔

حواشی وحوالہ جات:

[1] بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، باب من رفع صوتہ بالعلم، رقم: ۶۰، ج۱ص ۲۲، دار الطوق النجاۃ

[2] ابن حجر، احمد بن علی، فتح الباری، ج۱ص ۱۴۳، دار المعرفۃ، بیروت

[3] نبل، ابو عبداللہ احمد بن محمد، مسند احمد، مسند جابر بن عبداللہ، رقم: ۱۴۶۳۰، ج۲۲ص ۴۶۷، موسسۃ الرسالۃ، بیروت

[4] ابن بطال، ابو الحسن علی بن خلف، شرح صحیح البخاری، ج۱ص ۱۳۸، مکتبۃ الرشد، الریاض

[5] صحیح البخاری، ج۱ص ۲۵

[6] ابن رجب، زین الدین عبد الرحمن بن احمد، جامع العلوم والحکم، ج۲ص ۶۰۷، دار السلام، الریاض

[7] النیسابوری، مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، باب تخفیف الصلوۃ والخطبہ، رقم: ۸۶۹، ج۲ص ۵۹۴، دار احیاء التراث العربی، بیروت

[8] صحیح البخاری، ج۱ص ۳۷

[9] ابن عبد البر، یوسف بن عبد اللہ القرطبیؒ، جامع بیان العلم وفضلہ، ج۱ص ۵۴۰، دار ابن الجوزی، السعودیہ

[10] صحیح البخاری، ج۱ص ۲۸

[11] ابن بطال، شرح صحیح البخاری، ج۱ص ۱۳۸

[12] صحیح البخاری، رقم: ۵۹، ج۱ص ۲۱

[13] حوالہ بالا

[14] عینی، بدر الدین محمود بن احمد، عمدۃ القاری، ج۲ص ۷، دار احیاء التراث العربی، بیروت

[15] صحیح البخاری، ج۱ص ۲۴

[16] عمدۃ القاری، ج۲ص ۴۲

[17] البغدادی، ابو بکر احمد بن علی الخطیب، الفقیہ والمتفقہ، ج۲ص ۱۹۲، دار ابن الجوزی، السعودیۃ

[18] الشوکانی، محمد بن علی الیمنی، أدب الطلب ومنتھی الأدب، ص ۶۷، دار ابن حزم، بیروت

[19] صحیح البخاری، ج۱ص ۳۳

[20] ابن بطال، شرح صحیح البخاری، ج۱ص ۱۸۸

[21] صحیح البخاری، باب کتابۃ العلم، رقم: ۱۱۳، ج۱ص ۳۴

[22] السجستانی، ابو داؤد سلیمان بن الاشعث، سنن ابی داؤد، باب فی کتاب العلم، رقم: ۳۶۴۶، ج۳ص ۳۱۸، المکتبۃ العصریۃ، بیروت

[23] صحیح البخاری، باب کیف تعرف لقطۃ اہل مکۃ، رقم: ۲۴۳۴، ج۳ص ۱۲۵

[۲۴] صحیح البخاری، ج۱ص۲۶
[۲۵] الکشمیری، محمد انور شاہ بن معظم شاہ، فیض الباری، ج۱ص۲۶۰، دار الکتب العلمیۃ، بیروت
[۲۶] صحیح البخاری، ج۱ص۲۶
[۲۷] الرازی، فخر الدّین محمد بن عمر، مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر)، ج۲۱ص۴۷۹، داراحیاء التراث العربی، بیروت
[۲۸] سورۃالکھف: ٦٦
[۲۹] التفسیر الکبیر، ج۲۱ص۴۸۳
[۳۰] ابن بطال، شرح صحیح البخاری، ج۱ص۲۱۰
[۳۱] صحیح البخاری، باب الحیاء فی العلم، ج۱ص۳۸
[۳۲] حوالہ بالا
[۳۳] صحیح البخاری، ج۱ص۲۵
[۳۴] صحیح البخاری، باب عظۃالامام النساء و تعلیمھن، رقم: ۹۸، ج۱ص۳۱
[۳۵] عمدۃالقاری، ج۲ص۱۲۴
[۳۶] صحیح البخاری، باب تعلیم الرجل أمتہ وأھلہ، رقم: ۹۷، ج۱ص۳۱
[۳۷] صحیح البخاری، باب ھل یجعل للنساء یوما علی حدۃ فی العلم، رقم: ۱۰۱، ج۱ص۳۲